بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رحمۃ للعالمین ﷺ

شیعوں کے اعتراضات
حدیثِ قرطاس کے جوابات

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

()......☆......☆......☆......()
()......☆......☆......()
()......☆......()

بسم اللہ والحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

پیشِ لفظ

حضرت علامہ اُویسی صاحب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ چند اشخاص حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنے لگے۔ علامہ اُویسی صاحب نے فرمایا کہ اس مجلس میں صرف ایک مسئلہ کے اعتراضات بیان کیجئے اور اپنے میں کسی صاحب کو سوالات کے لئے منتخب فرمالیں۔ ان میں ایک صاحب نے سوالات ذیل کئے اس کے جوابات علامہ اُویسی صاحب نے بیان فرمائیے جنہیں ہم نے کتابچہ کی صورت میں جمع کر کے ناظرین کو پیش کر رہے ہیں۔

سوال

پیغمبر علیہ السلام جناب علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت تحریر فرمانا چاہتے تھے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کاغذ، قلم و دوات طلب فرمائی تو اُنہوں نے نہ دی بلکہ یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہذیاں کہتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی غلطی کی۔

جواب۱

جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ آپ کی پہلی بسم اللہ ہی غلط بلکہ کتب اہل اسلام میں الثابیہ موجود ہے کہ پیغمبر علیہ السلام اپنے مرض الموت میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر فرما گئے تھے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ پر واضح الفاظ موجود ہیں نیز اس طعن کرنے سے اتنا پتہ چل گیا کہ خم غدیر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر نہیں ہوئے تھے اور عید غدیر منا کر شیعہ لوگ خواہ مخواہ بدنام ہو رہے ہیں۔ آپ کا یہ دعویٰ پیغمبر علیہ السلام نے کاغذ، قلم، دوات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے طلب فرمائی تو یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ آپ نے جمیع حاضرین سے کہ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور گھر کی عورتیں وغیرہ بھی شامل ہیں کاغذ، قلم، دوات طلب فرمایا جیسا کہ بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ۴۴۹ پر موجود ہے

فقال بکتف اکتب...... کتابا

یعنی ''حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کہ کتف لاؤ تا کہ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم راہِ حق کو نہ گم کرو''۔

غور فرمائیے حدیث میں ایتونی صیغہ جمع مذکر مخاطب بول کر پیغمبر علیہ السلام جمیع حاضرین سے کتف طلب فرما رہے ہیں۔ فقط حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور ان سے طلب ہی کیوں فرماتے جب کہ وہ ان کا گھر ہی نہ تھا کہ جس میں قلم

دوات طلب کی گئی بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا جیسا کہ بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ۳۸۲ پر ہے اور پھر اگر قریب تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر لہٰذا اگر خاص طور پر طلب فرماتے تو ان سے کہ جن کا گھر بعید[1] تھا۔ بہر حال نقل و عقل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیغمبر علیہ السلام نے قلم دوات طلب نہیں فرمائی۔

(۲) آپ اس کا کیا جواب دیں گے کہ حضور اکرم ﷺ تین دن زندہ (دنیوی زندگی) رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود قریب البیت ہونے کے بھی ان کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور بقول شیعہ خلافت بھی انہیں کی تحریر ہوئی تھی اور ادھر حکم رسول بھی تھا۔ لہٰذا اگر باقی سب صحابہ مخالف تھے تو ان پر لازم تھا کہ چھپے یا ظاہر ضرور لکھوا لیتے تا کہ یوم السقیفہ یہی تحریر پیش کر کے خلیفہ بلا فصل بن جاتے مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یا تو تحریر ہی سرے سے ضروری نہ تھی بلکہ ایک امتحانی پرچہ تھا کہ جس میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا ورنہ آپ پر کتمان حق اور وحی کا الزام عائد ہوگا حالانکہ جماعت انبیاء اس سے بالاتر ہے۔

(۳) اگر یہ ضروری تحریر تھی یا وحی الٰہی تھی اور کاغذ دوات نہ لانے والا خواہ مخواہ ہی مجرم ہوتا تو اس جرم کے مرتکب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بجائے اہل بیت کو ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر وقت گھر میں رہتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جن کا گھر باقی صحابہ کی نسبت قریب تھا اور اگر وہ مجرم نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مجرم نہیں۔ لہٰذا شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کاغذ اور دوات حضور ﷺ سے طلب فرمائی باطل ہوا۔

سوال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے العیاذ باللہ حضور اکرم ﷺ کی طرف ہذیان کی نسبت کی؟

جواب

یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے بلکہ بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ۴۲۹ پر یوں موجود ہے

فقالو مالھما اھجر استفھموہ

یعنی حاضرین نے کہا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے کیا آپ ﷺ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ ﷺ سے دریافت تو کرلو۔

اور عبارت میں **قالوا** بصیغہ جمع مذکر غائب موجود ہے لہٰذا پہلی جہالت تو شیعوں کی یہ ہوئی کہ صیغہ جمع سے ایک شخص واحد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد لے لیا۔ دوسری جہالت یہ کہ **ھجران** کا معنی برخلاف عربیت بلکہ برخلاف سباق و

---

[1] تمام شیعہ متفق ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گھر مدینہ شریف کے شہر کے آخری کونہ پر تھا۔ اویسی غفرلہٗ

سیاق ہذیان لکھ مارا حالانکہ ھجر معنی ہذیان کیا جائے تو آگے استفھموہ کا کوئی مطلب نہیں ہوسکتا کیونکہ شیعوں کے ماسوی کوئی عقلمند بھی نہیں ملے گا کہ پہلے کسی کو مخبوط الحواس اور مجنون سمجھ لے اور پھر اس سے اس کے ہذیان کا مطلب پوچھنے لگے بہر حال صیغہ استفھموہ نے بتادیا کہ اہجر کے معنی وہی دارِ دنیا سے جدا ہونے کا ہی ہے نہ کچھ اور۔

(۲) اگر ھجر بمعنی ہذیان بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی مفید نہیں کیونکہ اھجر میں ہمزہ استفہام انکاری موجود ہے کہ جس سے نفی ہذیان مفہوم ہورہی ہے معنی یہ ہوگا کہ کیا حضور ﷺ کوئی ہذیان فرمارہے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہوش سے فرمارہے ہیں ذرا دریافت تو کرلو بہرکیف حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ویسے ہی اس مقولہ کے قائل نہ تھے باقی رہے قائلین تو چونکہ ھجر بمعنی ہذیان ثابت نہیں ہوا اگر ہوا تو بوجہ ہمزہ استفہام منفی ہوگیا لہٰذا وہ بھی اس سے بری ہوگئے۔

سوال

اگر یہی بات ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسبنا کتاب اللہ کیوں کہا؟

جواب

اول تو اکثر روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ہی نہیں شمار ہوا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خیال فرمایا کہ اللہ کا دین اور قرآن مکمل ہوچکا ہے کہ جس پر

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

ترجمہ: میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔ (پارہ۶، سورۃ المائدۃ، آیت ۳)

شاہد ہے اور حضور ﷺ کا یہ حکم بطورِ وحی الٰہی اور وجوب نہیں بلکہ بطورِ مشورہ ہے تو آپ نے بطورِ مصلحت اور مشورہ عرض کردیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تحریر قرطاس کی تکلیف نہ فرمائیں کتاب اللہ کو ہمارے لئے کافی سمجھیں جس پر حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت ظاہر فرمائی اور تحریر قرطاس پر زور دینے والوں کو ڈانٹ دیا۔ چنانچہ بخاری شریف، جلد۱، صفحہ۴۴۱ پر ہے ذرونی الذی انا فیه خیر مما تد عونی ای الی تحریر القرطاس اور اگر قرآن کو کامل مکمل کتاب جاننا ہی جرم ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی کا کیا مطلب ہوگیا

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً

ترجمہ: اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر۔ (پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۳)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہج البلاغہ مصری، جلد۲، صفحہ۸۶ پر ہے واللہ واللہ فی القرآن نیز کتاب مذکور جلد۲،

صفحہ۳۳ پر ہے فاوصیك بالاعتصام بحبله اور جلد۳، صفحہ۴۲ پر ہے ومن اتخذ قول الله دليلا هدى دیکھئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہدایت کے لئے قرآن کو کافی قرار دیا لہٰذا ان کے قول سے اگر انکار بالسنۃ لازم نہیں آئیگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں کیونکر مفہوم مخالف لیا جاسکے گا۔ اگر بر بنائے نیستی و بر بنائے مصلحت مشورہ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حسب روایت مذہب شیعہ یقیناً منکر رسول ہیں۔ چنانچہ جنگ حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصح یا علی اے علی مٹائیے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کو صاف جواب دیا کہ میں اسے ہرگز نہیں مٹاؤنگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اسے مٹایا۔ اگر اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نافرمان نہیں کہا جاسکتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی نہ کہا جائے کیونکہ بر بنائے مصلحت وحکمت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم نبوی کی خلاف ورزی کی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلاف ورزی کی ہے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلکہ وہی ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے۔
مزید تفصیل فقیر کی کتاب القسطاس فی حدیث القرطاس میں ہے۔

فضائل عمر از لسان حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمۃ شیعہ صاحبان خواہ مخواہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو جب خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا کہ نواحی اسلام کو غلبۂ دین سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اُس وقت فتح دی جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں پاسکتے تھے۔ انہیں اُس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے جب یہ کسی طرح روکے نہیں جاسکتے اور وہ خداوند عالم حی لایموت ہے اب اگر تو خود دشمن کی طرح کوچ کرے اور تکلیف اٹھائے تو پھر یہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاؤ تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں لہٰذا تو دشمن کی طرح اس شخص کو بھیج جو کارآزمودہ ہو اس کے ماتحت ان ان لوگوں کو روانہ کرو جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کریگا تب تو وہ چیز ہے جسے تو درست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے۔ (نیرنگ فصاحت، صفحہ۱۹)

ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتب نیرنگِ فصاحت سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ

ہو کہ ترجمہ میں دست اندازی کی گئی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے ہیں۔(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورا اعتماد تھا۔ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا ورنہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے اس طرح کا مشورہ ہرگز نہیں لیا کرتا۔(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا ملجاو ماوا سمجھتے تھے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذاتِ خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی تو یہ مشورہ نہ دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں بلکہ ان کو تو یہ خواہش چاہیے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں ان کا کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ اس بات سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صادق الوداد دوست تھے۔(۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے اس لئے ان کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور مسلمانوں کا خود حامی و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے اُس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی اور اب تو بفضلِ خدا مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے۔ جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے یار لوگوں کی اس من گھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے کہ مسلمان بعد وفاتِ رسول ﷺ صرف تین چار ہی رہ گئے ہیں۔ ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی اب گنتی کے چند آدمی رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی ورنہ شکست۔

تمت بالخیر

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان

☆......☆......☆

☆......☆

☆